ہجرت

از
سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ہجرت

(رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)

’’آج سے قریباً ساڑھے تیرہ سَو سال پہلے بنی نوع انسان کے سردار، آخری شریعت کے حامل، مالکِ ارض و سما کے محبوب، اپنے اہلِ وطن کے ظلم و ستم سے ستائے جا کر، اپنے محبوب وطن کے چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے۔ مکّہ سے نکل کر آپؐ تین دن غارِ ثور میں چھُپے رہے۔ جب وہاں سے آپؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپؐ نے مکّہ کی طرف مُنہ کیا اور کچھ دیر تک محبت سے لبریز نگاہوں سے دیکھنے کے بعد کہا اے مکّہ! تُو مجھے دُنیا کی ساری جگہوں سے زیادہ پیارا ہے لیکن تیرے شہریوں نے مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔[1]

یہ وہ آخری فقرہ تھا جو مکّہ کو وداع کہتے وقت میرے آقا نے کہا۔ اِس فقرہ کا ایک ایک لفظ اس غم اور رنج کی ترجمانی کر رہا ہے جو مکّہ کے چھوڑنے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں پیدا ہو رہا تھا۔ آج ساڑھے تیرہ سَو سال کے بعد بھی ہمارے دل اِس فقرہ کو پڑھ کر ہاتھوں سے نکلنے لگتے ہیں تو قیاس کرو اُن لوگوں کا کیا حال ہو گا جنہوں نے وہ الفاظ عین موقع پر اپنے کانوں سے سُنے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُس وقت آپؐ کے ساتھ تھے یہ الفاظ سُنتے ہی اُن کا دل بے قابو ہو گیا اور بے اختیار بول اُٹھے مکّہ نے اپنے نبی کو نکال دیا، اب یہ شہر اپنی تباہی کا انتظار کرے۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا فقرہ کہنے کے بعد اس غم اور صدمہ کو جو مکّہ کے چھوڑنے پر آپؐ کے دل میں پیدا ہوا تھا یکسر بھُلا دیا۔ وہ کامل وقار اور سکون کے ساتھ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور

مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مکّہ آپؐ کو پیارا تھا مگر خدا تعالیٰ آپؐ کو اس سے بھی زیادہ پیارا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ایک کام آپؐ کے سپرد کیا تھا وہ کام آپؐ کی ساری توجہ چاہتا تھا۔ مکّہ سے زیادہ مکّہ اور اُس کے گردونواح کے دلوں کی فتح آپؐ کے مدّنظر تھی۔ مکّہ کا گردونواح ہی نہیں بلکہ سارا عرب اور ساری دُنیا چِلّا چِلّا کر محمدؐ عربی کو پُکار رہی تھی کہ ہمیں شیطان کے پنجہ سے چھُڑائیے اور اس کی دست برد سے نجات دِلوائیے۔ دُنیا کے نجات دہندہ نے اپنے غموں کو دُنیا کے غموں کے لئے قربان کر دیا۔ بے شک آپؐ کو آپؐ کے اہلِ وطن نے دھتکار دیا تھا لیکن آپؐ باوفا تھے، آپؐ اُن کو دھتکارنے کے لئے تیار نہ تھے۔ آپؐ نے مکّہ کو پیچھے چھوڑا مگر اِس عزمِ صمیم کے ساتھ کہ پھر مکّہ کو فتح کریں گے۔ مکّہ کی فتح کی خاطر نہیں مکّہ والوں کے دلوں کی فتح کی خاطر۔ اِس لئے نہیں کہ پھر اپنا وطن اپنے لئے حاصل کریں بلکہ اس لئے کہ جنت سے نکالے ہوئے اور دھتکارے ہوئے مکّہ والوں کو پھر اُن کے وطن جنت میں واپس لے جا کر داخل کریں۔ مدینہ جو آپؐ کا دارِ ہجرت تھا وہ موسمی بخار کا گھر تھا۔ جب آپؐ وہاں پہنچے تو طبعاً مہاجرین، جن کے وطن میں یہ بخار کم ہوتا تھا، مدینہ والوں سے بھی زیادہ اس کے شکار ہونے شروع ہوئے۔ بعض نے بخار کے حملہ میں رونا اور چِلّانا شروع کیا اور مکّہ کی یاد میں شعر گُنگنانے لگے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا تو اِس پر خفگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ خدا کی تقدیر پر خوش ہونا اور اُس کے مقررہ فرائض کو انجام تک پہنچانے میں لگ جانا ہی مومن کا کام ہے۔ اُس دن کے بعد حبشہ، یمن اور یونان سے آ کر بسے ہوئے مکّہ کے عارضی باشندے تو کبھی کبھار مکّہ کی یاد میں آہیں بھر لیتے تھے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی نسل بنائے مکّہ سے لے کر اُس وقت تک مکّہ میں بس رہی تھی وہ مکّہ کو بھلا چکے تھے۔ ان کے سامنے صرف دُنیا کو نجات دلانے کا کام تھا اور وہ اِسی کام میں لگ گئے اور اُس وقت تک صبر نہ کیا جب تک کہ دُنیا کو شیطان کے پنجہ سے چھڑا نہ لیا۔ آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ مکّہ والوں نے مجھے مکّہ سے نکال دیا ہے بلکہ اِس بات پر غور فرمایا کہ مکّہ نے مجھے کیوں نکالا؟ ایک پُرامن شہری اور خیر خواہِ خلائق فرد کو اپنے وطن سے نکال دینے والا کسی بڑی اور گہری

اخلاقی اور رُوحانی بیماری میں مُبتلا ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہمدردی اور جو پیار بنی نوع انسان سے تھا اُس کو دیکھتے ہوئے کوئی شریف مکّہ والا آپ کو مکّہ سے نکلنے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ آپؐ کے لئے تو یہ بات حد درجہ بعید از قیاس تھی۔

جب پہلی وحیٔ نبوّت آپؐ پر نازل ہوئی، آپؐ کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپؐ کو ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس جو اُن کے رشتہ دار تھے، مگر عیسائی ہو چکے تھے، مشورہ کے لئے گئیں۔ ورقہ بن نوفل نے سارے حالات سُن کر کہا کہ ''آپؐ پر وحی لانے والا فرشتہ وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی لایا تھا۔ اور پھر کہا کاش! مَیں اُس وقت تک زندہ رہوں جب تمہاری قوم تمہیں اپنے وطن سے نکال دے گی تا کہ مَیں اس وقت پورے طور پر تمہاری مدد کر سکوں۔ اِس فقرہ کو سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت اور اُس ہمدردی پر نظر کرتے ہوئے جو آپؐ کے دل میں مکّہ والوں کے لئے تھی حیرت سے ورقہ کے مُنہ کو دیکھا اور کہا۔ کیا کہتے ہو؟ کیا مکّہ والے مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا۔ ہاں! ہاں! وہ ضرور تمہیں نکال دیں گے۔ لوگ نبیوں سے ایسا ہی کیا کرتے ہیں [۲] غرض مکّہ والوں کے متعلق یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ ایسے خیر خواہ شخص کو اپنے وطن سے نکال دیں گے مگر اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور یہ اِس بات کا ثبوت تھا کہ ان کے دل انسانی دل نہیں رہے تھے اور شیطان نے اُن پر قبضہ پا لیا تھا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ میں جانا چاہتے تھے اور ایسا کرنے کا پُختہ ارادہ رکھتے تھے اِس لئے نہیں کہ آپؐ ان سے بدلہ لیں جنہوں نے آپؐ کو نکال دیا تھا بلکہ اِس لئے کہ اُن کو شیطان کے پنجہ سے چھڑائیں اور شیطان کی جگہ خدا تعالیٰ کی حکومت پھر دوبارہ مکّہ میں قائم کر دیں۔

آج بھی مشرقی پنجاب سے لاکھوں مسلمان اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں۔ اُنہیں یقیناً اپنے وطن پیارے ہوں گے اور اپنی جائیدادوں کے جاتے رہنے کا غم ہوگا۔ ان کے دل ان لوگوں کے خلاف غصّہ اور رنج سے بھرے ہوئے ہوں گے جنہوں نے اُنہیں ان کے گھروں سے نکالا۔ ان جائیدادوں پر قبضہ کر لیا اور ان کی عزّت و ناموس پر

حملہ کیا۔ مگر مَیں ان سے پوچھتا ہوں کہ ایسا کرنے والوں نے ایسا کیوں کیا؟ کیا اِن مہاجرین نے اپنی جائیدادیں ان سے چھین کر حاصل کی تھیں؟ کیا یہ مہاجرین غیر مُلکی لُٹیرے تھے جو مشرقی پنجاب میں زبردستی آ گُھسے تھے؟ کیا یہ مہاجرین مشرقی پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں کے ہمسائے نہ تھے ان کی خوشیوں اور غمیوں میں اُن کے شریک نہ تھے؟ اُن کے جتھوں اور اُن کی دھڑا بازیوں میں شامل نہ تھے؟ کیا یہ آپس میں ایسے ملے ہوئے نہ تھے؟ کیا یہ عدالتی مقدمات میں سکّھوں اور ہندوؤں کی گواہی میں بیسیوں مسلمان اُن کی طرف سے گواہ نہیں گزرتے تھے؟ پھر ان پُرانے ساتھیوں، دوستوں اور ہمسایوں نے اپنے ہی جسم کے کاٹنے کے لئے کیوں تلوار اُٹھائی؟ اپنی ہی عزّت و ناموس کو برباد کرنے کے لئے کیوں کھڑے ہو گئے؟ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا مُلک کیوں اُجاڑا؟ یقیناً کوئی گہری اور پوشیدہ اخلاقی بیماری ان کی رُوحوں کو لگی ہوئی تھی۔ ان خدا کے بندوں کو شیطان چھین کر لے گیا تھا۔

پس مَیں مشرقی پنجاب سے آنے والے سب لوگوں سے کہتا ہوں آؤ ہم بھی اپنے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تہیہ کر لیں کہ اپنے آبائی وطن کو لَوٹیں گے اور ضرور لَوٹیں گے لیکن بُغض اور کینہ اور انتقام کے جذبہ کے ساتھ نہیں بلکہ انسانیت اور رُوحانیت کے تقاضوں کے جواب میں اور ہمدردی اور محبت کے جذبات لئے ہوئے۔ اِن واقعات نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں، اِن واقعات نے ہمیں بتا دیا ہے کہ انسان کی ظاہری شکل تو وہی ہے جو پہلے تھی مگر اس کا باطن بدل چُکا ہے۔ انسان کے جسم میں وحشی درندوں کی رُوحیں داخل ہو گئی ہیں۔ آؤ! ہم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح عزم کر لیں کہ ہم اِن وحشی اور درندہ رُوحوں کو اپنے بھائیوں کے جسم سے نکال دیں گے۔ ہم ضرور اپنے وطنوں کو جائیں گے۔ اِس لئے نہیں کہ اپنی حکومت وہاں قائم کریں بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی حکومت وہاں قائم کریں۔ جس طرح ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ جب تک خدا تعالیٰ کی حکومت مشرقی پنجاب کیا ساری دُنیا میں قائم نہ ہوگی، بہار، نواکھلی، امرتسر، گورداسپور، لدھیانہ، جالندھر، پٹیالہ، کپورتھلہ کے

واقعات ہر جگہ پر اور بار بار ہوتے رہیں گے۔ جنگل کے درندے ابتدائے آفرینش سے آج تک لڑتے ہی چلے آئے ہیں۔ انسانوں میں سے سچّا انسان ہی صرف امن اور صلح سے رہنا جانتا ہے۔ وہ بھی لڑنے پر مجبور ہوتا ہے مگر اِس لئے کہ امن قائم کرے۔

پس اگر ہم امن چاہتے ہیں تو خواہ صلح سے یا جنگ سے جس طرح بھی ہو ہمیں خدا تعالیٰ کی بادشاہت دُنیا میں قائم کرنی ہوگی۔ اگر اس کے لئے ہمیں جنگ بھی کرنی پڑے تو وہ جنگ جنگ نہیں ہوگی، وہ صلح کا پیغام ہوگا۔ وہ امن کی آواز ہوگی۔ مرضیں اُبھر پڑی ہیں۔ بیماریاں ظاہر ہوگئی ہیں اور مرض کا ظاہر ہو جانا خوش قسمتی کی علامت ہے۔ اے دُنیا کے سب سے بڑے طبیبِ روحانی سے منسوب ہونے والے لوگو! اُٹھو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور سب دوسرے کاموں کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے، اپنے مقصد اوّل کی طرف توجہ کرو۔ دُنیا کا ہسپتال بیماروں سے پُر ہے۔ دُنیا کا طبیبِ اعظم ہسپتال کے عملہ کو اپنی امداد کے لئے بُلا رہا ہے۔ کیا تم اس کی آواز پر لبیک نہیں کہو گے؟''

(مکتبہ سلطان القلم ربوہ)

۱؎ السیرۃ الحلبیۃ جلد ۲ صفحہ ۱۳ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء

۲؎ بخاری کتاب بدء الوحی باب کَیف کَانَ بدء الوحی اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (الخ)